رؤف پاریکھ

# لسان اور لسانیات: چند جدید پہلو

زبان کیسی نازک چیز ہے اور اس کے غلط استعمال سے کتنے خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ یوں لگایئے کہ ایک خاتون نے زبان کے غلط استعمال پر طلاق لے لی تھی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ واقعہ کسی عام آدمی کے ساتھ نہیں بلکہ ایک معروف عالم محمد بن یعقوب مجد الدین فیروزآبادی[1] کے ساتھ پیش آیا تھا جو عربی کی معروف اور مستند لغت ''قاموس المحیط'' کے مؤلف بھی تھے۔ اس واقعے کو سر رضا علی نے بھی اپنی خودنوشت ''اعمال نامہ'' میں بیان کیا ہے۔ انھی کی زبانی سنتے ہیں:

> صاحبِ قاموس مجدالدین بن یعقوب فیروزآبادی کا قصہ مشہور ہے۔ عربی کے جیّد عالم تھے اور عجمی ہونے کے باوجود بڑی اچھی عربی بولتے تھے۔ ایک عرب خاتون سے نکاح کیا۔ اس کے عزیز مولوی صاحب کو عرب کا سمجھ کر اس مناکحت پر راضی ہو گئے۔ رات کو جب خلوتِ صحیحہ کا وقت آیا تو مولوی صاحب نے بیوی سے مخاطب ہو کر کہا ''اقتلی السراج''۔ کہنا یہ مقصود تھا کہ چراغ گل کردو۔ جو الفاظ کہے ان کا ترجمہ ہے چراغ کو قتل کردو۔ وہ چراغ کو قتل کرنے کی بجائے تلوار لے کر مولوی صاحب کے قتل پر آمادہ ہو گئی اور آگ بگولہ ہو کر بولی 'تم ہرگز عرب نہیں ہو، خلافِ محاورہ عربی بولتے ہو۔ عرب ہوتے تو ''اطفی السراج'' (چراغ کو پھونک مار کر گل کردو) کہتے۔

اقتلی السراج نہ کہتے۔ دھوکا دے کر مجھ سے نکاح کرلیا۔ یا تو مجھے طلاق دو ورنہ گردن اڑا دوں گی'۔ اس غیور عرب خاتون نے کھڑے کھڑے وہیں بزورِ شمشیر طلاق حاصل کی۔[۲]

عربی کے اس جیّد عالم سے (جو ایران میں پیدا ہوئے تھے) غلطی یہ ہوگئی کہ فارسی محاورے کا عربی میں لفظی ترجمہ کردیا۔ زبان کی لغزش نے جان لے ہی لی تھی۔ لیکن جان بچی سو لاکھوں پائے۔

اس ضمن میں ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ حافظ محمود شیرانی کے مطابق محمد شاہ تغلق نے ''کھڑا کھڑی'' کے تلفظ کو دہلی کے اصلی اور غیر اصلی باشندوں کی شناخت کے لیے معیار مقرر کیا تھا۔[۳] دراصل فیروز شاہ خلجی نے اپنے دور میں بڑی تعداد میں غلام جمع کرلیے تھے جن کی اکثریت مشرقی ہندوستان سے تعلق رکھتی تھی اور وہ سیاسی معاملات میں دخیل ہوگئے تھے۔ ناصرالدین محمود نے تنگ آکر ان کو دہلی سے تین دن میں نکل جانے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر اس کے بعد نظر آئیں تو ان کو قتل کردیا جائے۔ ان میں سے کچھ دہلی میں رہے اور پکڑے گئے تو خود کو دہلی کا اصلی باشندہ بتایا۔ محمد شاہ تغلق نے پوربی اور بنگالی کی شناخت کے لیے ان سے ''کھڑا کھڑی'' بلوایا جو مشرقی ہندوستان کے لوگ آسانی سے نہیں بول سکتے تھے لہٰذا پہچان لیے گئے اور موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔[۴]

گویا زبان کی غلطی طلاق بھی دلوا سکتی ہے اور جان بھی لے سکتی ہے۔ یہ ہے زبان کی اہمیت۔

## زبان کیا ہے؟

زبان کے بارے میں اردو میں رائج گھسی پٹی باتوں (مثلاً یہ کہ زبان ہی انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے، زبان خیالات کی ترسیل کا ذریعہ ہے، زبان ہی سماجی رابطے کا کام انجام دیتی ہے وغیرہ) سے قطع نظر، زبان کی تعریف اگر لسانیات کے جدید مباحث کی روشنی میں دیکھی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ''زبان'' کی تعریف طے کرنا ایک مسئلہ ہے کیوں کہ مختلف ماہرین نے زبان کی تعریف اس کے استعمال کے پیشِ نظر کی ہے۔ کچھ اس میں آوازوں اور صوتیات پر زور دیتے ہیں، کچھ معنیات اور قواعد کی روشنی میں زبان کی تعریف طے کرتے ہیں، اور کچھ اس فرق پر



زور دیتے ہیں جو انسانی زبانوں اور ابلاغ کی دیگر صورتوں کے درمیان (مثلاً جانوروں کا ایک دوسرے کو پیغام بھیجنا یا مشینوں کے ذریعے پیغام رسانی) پایا جاتا ہے۔[۵] دراصل زبان کی کوئی ایسی جامع و مانع تعریف کی بھی نہیں جاسکتی جو زبان کی تمام خصوصیات اور مختلف اقسام کے استعمال پر محیط ہو۔ لسانیات کی درسی کتابوں میں بالعموم زبان کی تعریف دینے کی بجائے اس مسئلے سے بچتے ہوئے زبان کی خصوصیات بیان کرنے پر زیادہ زور ہوتا ہے۔[۶]

لیکن زبان کی ایک ممکنہ تعریف کچھ یوں ہوسکتی ہے:

زبان (language): کسی انسانی معاشرے میں آوازوں، نشانات اور تحریری علامات کی مدد سے ابلاغ اور اظہار خیال کا باقاعدہ اور روایتی ذریعہ۔[۷]

اگرچہ بعض جانور، پرندے، کیڑے مثلاً شہد کی مکھیاں بھی خیالات کی ترسیل کے لیے مخصوص ذرائع (مثلاً حرکات یا آوازیں) استعمال کرتے ہیں[۸] اور انھیں بھی لسانیات کی اصطلاح میں زبان ہی کہا جاتا ہے[۹] نیز کمپیوٹر میں استعمال ہونے والے علامات پر مبنی ''پروگراموں'' کو بھی زبان یا لینگویج (language) کہا جاتا ہے۔[۱۰] لیکن زبان بنیادی طور پر دراصل انسانی تکلم ہی کا نام ہے۔ اور ہم یہاں زبان سے مراد یہی مفہوم لے رہے ہیں۔

بنیادی اور تکنیکی بات یہ ہے کہ زبان دراصل آوازوں کا مجموعہ ہے۔[۱۱]

ہر زبان میں خاص آوازیں استعمال ہوتی ہیں جو ایک خاص ترتیب میں ادا کی جائیں تو کوئی خاص لفظ بن جاتا ہے۔ یہی الفاظ ملتے ہیں تو جملہ بنتا ہے۔ لیکن ہر آواز ہر زبان میں استعمال نہیں ہوتی۔ جو آواز جس زبان کا کوئی لفظ بنانے میں استعمال ہوتی ہے وہ اس زبان کی صوتِ تکلم (speech sound) کہلاتی ہے۔ مثلاً ق اور غ کے حروف سے ظاہر کی جانے والی آوازیں انگریزی میں اصواتِ تکلم (speech sounds) نہیں ہیں کیوں کہ یہ انگریزی کے کسی لفظ میں نہیں آتیں۔

معروف ماہرِ لسانیات بلوم فیلڈ (Bloomfield) (۱۹۴۹ء-۱۸۸۷ء) نے بہت پہلے کہا تھا کہ تحریر زبان نہیں ہے بلکہ تحریر تو محض زبان کو مخصوص نوعیت کے نشانات [یعنی حروفِ تہجی] کے ذریعے ظاہر کرنا ہے۔[۱۲] اس بیان کو آج بھی درست تسلیم کیا جاتا ہے۔ زبان دراصل ان آوازوں

کے مجموعے کا نام ہے جو بولنے والے کے منھ سے ایک خاص ترتیب میں نکلتی ہیں اور جب آپ یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو فلاں زبان آتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص ان آوازوں کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے جو اس زبان میں ایک خاص ترتیب سے خاص مفہوم کے لیے ادا ہوتی ہیں۔[۱۳] گویا زبان جاننے کے لیے اس کا لکھنا پڑھنا ضروری نہیں۔ضروری نہیں کہ آپ کو کوئی زبان لکھنی پڑھنی آتی ہو تبھی آپ وہ زبان جانتے ہوں۔تحریر تو محض ان نشانات اور علامات (یعنی حروف) کا مجموعہ ہے جو بولی جانے والی آوازوں کو ظاہر کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں۔ یہی بولی جانے والی آوازیں دراصل زبان ہیں کیوں کہ انھی کی مدد سے ہم مافی الضمیر بیان کرتے ہیں۔ ان آوازوں کو ظاہر کرنے کے لیے حروفِ تہجی اور رسم الخط بہت بعد میں وجود میں آئے۔ انسان نے پہلے بولنا سیکھا، لکھنا بہت بعد میں سیکھا اور سیکھا بھی دھیرے دھیرے، یعنی تحریر کے فن کو ارتقا پانے اور مختلف زبانوں کے حروفِ تہجی کو اپنی موجودہ شکل میں آنے میں صدیاں لگیں۔[۱۴]

## لسانیات (linguistics) کی تعریف

''لسان'' عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں زبان۔ ''یات'' کا لاحقہ اردو میں علوم و فنون کے لیے مستعمل ہے، جیسے معاش سے معاشیات اور نفس سے نفسیات، لہٰذا لسانیات سے مراد ہے علمِ لسان یعنی زبان کا علم (افسوس ناک بات یہ ہے کہ بعض ''گائیڈ'' یا ''حل پرچہ جات'' جیسی کتابوں میں لسانیات کو لسان کی جمع بتایا گیا ہے اور بعض طالب علم یہ بات اپنے جوابات میں لکھ بھی دیتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ لسانیات لسان کی جمع ہرگز نہیں ہے۔لسان کی عربی میں جمع ہے ''اَلسِنہ''، یہ ''اَفعِلہ'' کے وزن پر ہے جو جمع مکسر کے اوزان میں سے ہے)۔

لسانیات کا علم یا لِنگ وِسٹِکس (linguistics) زبان کا مطالعہ کرتا ہے۔ گویا سادہ لفظوں میں لسانیات ''زبان کا مطالعہ'' (study of language) ہے۔کبھی اسے زبان کا سائنسی مطالعہ بھی کہا جاتا ہے اور لسانیات کی مختصر تعریف بالعموم یہ کی جاتی ہے:

''زبان کا سائنسی مطالعہ لسانیات ہے۔''[۱۵]



شاید اسی لیے اسے کبھی لسانی سائنس (linguistic science) یا زبان کی سائنس (science of language) بھی کہہ دیا جاتا ہے۔لیکن جب ہم لسانیات کو ''لسانی سائنس'' قرار دیتے ہیں تو اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ وسیع ترین مفہوم میں اس سے مراد یہ ہے کہ زبان کا مطالعہ (یعنی کسی ایک خاص زبان کا، یا عمومی مفہوم میں انسانی زبانوں کا یعنی وہ شے جسے انسان تحریری، تقریری یا کسی اور طرح ابلاغ کے لیے استعمال کرتے ہیں) اس امر کا مستحق ہے کہ اس پر علمی طور پر توجہ دی جائے اور اس علمی مطالعے کی بنیاد پر حقائق کی ایک منظم ساخت (systematic body of facts) نیز کوئی نظریہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔[۱۶]

رابنز نے لسانیات کو سائنس کہنے کا دوسرا مفہوم تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کیا جاسکتا ہے کہ:

لسانیات اسی طرح کام کرتی ہے جس طرح سائنس کرتی ہے یعنی یہ ایک مخصوص مواد پر کام کرتی ہے (اور یہ مواد تحریری اور تقریری زبان ہے)، جو عمل اس مواد (یعنی زبان) پر کیا جاتا ہے اس کو یہ سائنسی انداز میں، یعنی خصوصیات، اسباب، وجوہات اور نتائج کو معروضیت کے ساتھ، بیان کرتی ہے، تجزیہ کرتی ہے اور اس سے اصول اخذ کرتی ہے جس سے نظریہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔

لسانیات کے تجزیے اور عمل سائنس کے بنیادی اصولوں کے ماتحت ہوتے ہیں یعنی:

۱۔ تمام دست یاب مواد کا تسلی بخش حد تک جائزہ لینا۔
۲۔ تجزیوں اور بیانات کا آپس میں ایک دوسرے کی تکذیب و تردید نہ کرنا۔
۳۔ تجزیوں کو کم الفاظ میں عمومیت کے ساتھ بیان کرنا۔

گویا ماہرِ لسانیات ایک سائنس دان کی طرح کام کرتا ہے، وہ مشاہدہ کرتا ہے، معلومات جمع کر کے ان کی درجہ بندی (classification) کرتا ہے، زیرِ تہہ کار فرما اصولوں اور ضوابط کو سمجھتا ہے، فرضیہ (hypothesis) بناتا ہے، اور اس کی تصدیق مزید شواہد اور اعداد و شمار و کوائف یعنی ڈیٹا (data) سے کرتا ہے۔[۱۷]

لیکن سچی بات یہ ہے کہ زبان کی جامع تعریف کی طرح لسانیات کی بھی ایسی تعریف مشکل

ہے جو اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر سکے کیوں کہ اس کے لیے زبان کی خصوصیات، اس کے مختلف استعمال، اس کی نوعیت، ماہیت اور اس میں ہونے والی تبدیلیوں کو اس پیش کردہ تعریف میں سمیٹنا ہوگا جو آسان نہیں۔ یہ اس لیے بھی مشکل ہے کہ موجودہ دور میں لسانیات نے بہت ترقی کر لی ہے، اس کی کئی شاخیں ہوگئی ہیں اور کئی علوم سے اس کی سرحدیں ملنے لگی ہیں۔ لسانیات کی معروف شاخوں کے علاوہ اب لسانیات کا موضوع یہ بھی ہے کہ انسانی نفسیات اور زبان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ طبی، دماغی اور اعصابی لحاظ سے زبان سیکھنے اور بولنے کا عملی اور تکنیکی طریق کار کیا ہے؟ انسانی دماغ زبان کو کیسے سمجھتا ہے؟ عضویاتی سطح پر آوازیں کیسے ادا ہوتی ہیں؟ بچہ زبان کس طرح سیکھتا ہے؟ جرم و سزا اور زبان کا کیا تعلق ہے؟ زبان اور اس کا ذخیرۂ الفاظ ذہنیت اور کردار کو کس طرح ظاہر کرتے ہیں؟ زبان اور الفاظ کا مفہوم ظاہری مفہوم سے ہٹ کر کیسے ادا ہوتا ہے؟ صوتیاتی اور غیر صوتیاتی خصوصیات سے جملے کا مفہوم کیسے تبدیل ہوتا ہے؟ وغیرہ۔[۱۸]

لیکن لسانیات کی تعریف کو تھوڑی سی وضاحت سے یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے:

> انسانی زبان کی نوعیت و ماہیت، اس کی ساخت اور اس میں ہونے والی تبدیلیوں کا باقاعدہ اور سائنسی مطالعہ لسانیات ہے۔ اس کے علاوہ زبان کا ارتقا اور اسے سیکھنے کے عمل کا مطالعہ بھی لسانیات کے دائرۂ کار میں شامل ہے۔[۱۹]

لسانیات تجربی (empirical) سائنس ہے۔ یعنی تجربات اور مشاہدات کی بنیاد پر اس کو جانچا جا سکتا ہے۔ یہ محض نظری (theoretical) علم نہیں ہے۔ تجربہ گاہ میں آلات کی مدد سے انسانی آوازوں کو ریکارڈ کر کے ان کی خصوصیات کا مطالعہ اور تجزیہ اس تجربی سائنس کی ایک مثال ہے۔ لیکن یہ سماجی (social) سائنس بھی ہے کیوں کہ یہ انسانوں اور انسانی معاشروں کے مظاہر نیز ان کے باہمی تعامل کا مطالعہ بھی ہے۔[۲۰] یہ درست ہے کہ انسان کبھی کبھی خود سے بھی بات کرتا ہے یا کسی جانور یا پرندے یا پودوں سے بھی باتیں کرنے لگتا ہے لیکن یہ زبان کا ثانوی استعمال ہے اور زبان کا بنیادی استعمال کم از کم دو انسانوں کے مابین ہوتا ہے اور اس طرح اس کے سماجی (social) ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔[۲۱]



## لسانیات کے موضوعات اور دائرۂ کار

موجودہ دور میں لسانیاتی مطالعات کا دائرہ خاصا وسیع ہوگیا ہے۔ اس کے کئی شعبے اور شاخیں ہوگئی ہیں اور اس کے تمام بنیادی تصورات کا یہاں ذکر کرنا بھی مشکل ہے۔ لسانیات کے تحت کیے جانے والے مطالعات کے موضوعات میں سے چند یہ ہیں:[۲۲]

### ۱۔ نظری (theoretical) مباحث

اس کے تحت قواعد (grammar)، علمِ اصوات (phonology)، مارفیمیات (morphology)، نحویات (syntax)، ذخیرۂ الفاظ (lexis)، معنویات (semantics)، املا (orthography) وغیرہ کے مطالعات آتے ہیں۔

### ۲۔ تشریحی (descriptive) لسانیات

اس کے ضمن میں تاریخی (historical) اور تقابلی (comapartive) مطالعات، صوتیات (phonetics)، اشتقاقیات (etymology) اور سماجی لسانیات (sociolinguistics) وغیرہ زیرِ بحث آتے ہیں۔

### ۳۔ اطلاقی (applied) لسانیات

اکتسابِ زبان (language acquisition)، زبانِ دوم (second language)، قانونی لسانیات (forensic linguistics)، تعلیمِ زبان، کمپیوٹری لسانیات (computational linguistics) اور نفسیاتی لسانیات (psycholinguistics) اس کے ذیل میں شمار کیے جاتے ہیں۔

## زبان اور لسانیات کے بارے میں چند بنیادی اور دل چسپ حقائق

زبان کے بارے میں بعض دل چسپ نکات مختلف کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان میں سے

انگریزی کی ایک کتاب An introduction to language[۲۳] نیز اردو کی ایک کتاب ''عام لسانیات''[۲۴] سے کچھ بنیادی اور اہم باتیں جو دل چسپ بھی ہیں، پیشِ خدمت ہیں۔ پہلے انگریزی کتاب سے کچھ نکات:

۱۔ جہاں انسان ہیں وہاں زبانیں ہیں۔

۲۔ کوئی زبان ایسی نہیں ہے جو غیر ترقی یافتہ یا ناپختہ یا ابتدائی صورت میں (primitive) ہو۔ ہر زبان مساوی طور پر ''پیچیدہ'' ہوتی ہے اور کائنات میں موجود کسی بھی تصور کو بیان کرنے کی مساوی صلاحیت رکھتی ہے۔

۳۔ ہر زبان وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی ہے۔

۴۔ بولی جانے والی زبانوں کے لفظ کی آواز اور اس کے مفہوم میں بالعموم کوئی عقلی یا منطقی ربط نہیں ہوتا (یعنی کسی لفظ کی آواز سے اس کے مفہوم کا قیاس نہیں کیا جاسکتا)، سوائے ان الفاظ کے جو نقلِ صوت کہلاتے ہیں (مثلاً میاوں یا ککڑوں کوں، جن کا مفہوم ان کی آواز سے ظاہر ہے)۔ لسانیات کی اصطلاح میں لفظ اور معنی کے اس رشتے کو الل ٹپ یا خود اختیاری یا من مانا (arbitrary) کہا جاتا ہے (اس کی تفصیل علمِ معنویات یعنی سیمینٹکس (Semantcs) میں بیان کی جاتی ہے جو لسانیات کی ایک شاخ ہے)۔

۵۔ تمام انسانی زبانیں محدود آوازیں رکھتی ہیں لیکن ان محدود آوازوں کو جوڑ کر الفاظ اور پھر ان سے جملے بنائے جاسکتے ہیں جن کی تعداد لامحدود ہوسکتی ہے۔

۶۔ ہر زبان کی قواعد (grammar) میں لفظ یا جملہ بنانے کے قوانین موجود ہیں اور ان قوانین میں کئی باتیں یکساں/مشترک ہیں۔

۷۔ بولی جانے والی ہر زبان میں کچھ مجرّد یا ممیّز آوازیں ہوتی ہیں جو اپنے جیسی دوسری آوازوں سے مختلف اور نمایاں ہوتی ہیں۔ ان مخصوص آوازوں کو صوتیہ یا فونیم (phoneme) کہتے ہیں، جیسے 'ب' کی آواز یا 'پ' کی آواز۔ ان آوازوں کی نمایاں اور مختلف خصوصیات ہوتی ہیں اور ان کی تلفیظ (articulation) کا خاص انداز ہوتا ہے اور ان کے تلفظ کو ادا کرنے کا منھ میں



خاص مقام ہوتا ہے (جنھیں علمِ صوتیات میں واضح کیا جاتا ہے)۔ بولی جانے والی ہر زبان میں مصوّتے یعنی ووولِ (volwels) اور مصمّتے یعنی کونسوننٹ (consonants) ہوتے ہیں (مصوّتے کو اردو میں حرفِ علّت بھی کہتے ہیں، اسی طرح مصمّتے کو اردو میں حرفِ صحیح بھی کہا جاتا ہے)۔

۸۔ ہر زبان میں مخصوص اجزاے کلام (parts of speech) یا قواعدی حیثیتیں (مثلاً اسم، فعل وغیرہ) پائی جاتی ہیں۔

۹۔ دنیا کی ہر زبان میں کچھ آفاقی ''معنویاتی وصف'' (semantic properties) مثلاً مذکر، مؤنث، جاندار، بے جان وغیرہ پائے جاتے ہیں۔

۱۰۔ ہر زبان میں انکار کرنے، سوال کرنے، حکم دینے اور ماضی و مستقبل کا ذکر کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

۱۱۔ ہر زبان میں یہ صلاحیت ہے کہ اس کے بولنے والے کچھ اس قسم کے جملے بنا سکیں:

- لسانیات ایک دل چسپ مضمون ہے۔
- میں جانتا ہوں کہ لسانیات ایک دل چسپ مضمون ہے۔
- آپ جانتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ لسانیات ایک دل چسپ مضمون ہے۔
- فلاں جانتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ لسانیات ایک دل چسپ مضمون ہے۔
- یہ حقیقت ہے کہ فلاں جانتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ لسانیات ایک دل چسپ مضمون ہے۔

اس طرح یہ سلسلہ مزید دراز بھی ہوسکتا ہے۔

گیان چند کی کتاب عام لسانیات اب کچھ پرانی ہوگئی ہے لیکن اس کے کئی مباحث اب بھی درست اور مفید ہیں۔ اس سے چند نکات:

۱۔ لسانیات تحریری کی بجائے تقریری زبان کو اہمیت دیتی ہے۔ لسانی تجزیے کی پہلی شرط یہ ہے کہ تحریر کی گرفت سے آزاد ہوجائے۔

۲۔ لسانیات معروضی (obejective) ہوتی ہے، موضوعی (subjective) نہیں ہوتی۔ سائنس ہی کی طرح لسانیات میں بھی ذاتی، نفسیاتی، داخلی اور جذباتی عناصر کا دخل نہیں ہوتا۔

۴۔ لسانیات میں زبان کا کوئی استعمال غلط نہیں ہوتا۔ صحیح اور غلط کا تصور قواعد میں ہے۔ فلاں تلفظ غلط یا دیہاتی ہے، فلاں لفظ فصیح ہے، فلاں لفظ کو مؤنث بولنا بہتر ہے وغیرہ یہ سب اخلاقی اور موضوعی قدریں ہیں۔ لسانیات میں نہ کوئی لفظ برا ہے، نہ گندہ، نہ اچھا۔ لسانیات اس چپقلش میں پڑتی ہی نہیں ہے کیا درست اور کیا غلط ہے۔ لسانیات میں یہ سب زبان کے استعمال کے مختلف مظہر ہیں اور بس [یاد رہے کہ یہ لسانیات کی بات ہے اور قواعد ولغت کے ذیل میں ان سب باتوں مثلاً تذکیر و تانیث اور فصیح و غیر فصیح وغیرہ کا امتیاز ضروری ہے]۔

۳۔ لسانیات میں شعوری بلکہ غیر شعوری تعصّبات سے بھی بچنا لازمی ہے۔ انسان اپنے علاقے، نسل، مذہب، رسم الخط، مادری زبان، علاقے کی زبان وغیرہ کو لاشعوری طور پر اچھا اور صحیح سمجھتا ہے یا اس کے لیے نرم گوشہ رکھتا ہے۔ اس لیے اس ضمن میں خاص احتیاط کرنی چاہیے۔

۴۔ کوئی زبان حقیر، گھٹیا، معمولی، خراب یا غیر ترقی یافتہ نہیں ہوتی، بلکہ بظاہر حقیر، چھوٹی، معمولی یا غیر ثقہ سمجھی جانے والی زبان کا مطالعہ لسانیات میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

۵۔ اصولاً کسی زبان کی ساخت کا مطالعہ کرکے اس کے تاریخی ارتقا کو دیکھنا چاہیے (زبان کی ساخت کا مطالعہ تشریحی لسانیات یا توضیحی لسانیات کا کام ہے)۔ لیکن ہوا اس کے برعکس ہے۔ تاریخی لسانیات اور تشریحی لسانیات میں ایک طرح کی چشمک یا رقابت ہے۔ جدید دور میں تشریحی لسانیات کی زیادہ اہمیت ہے کیوں کہ یہ زبان کی ساخت، آوازوں (اصوات) وغیرہ کا تجزیہ کرتی ہے جن کے بغیر اس زبان کی تاریخ اور ارتقا وغیرہ کا مطالعہ نامکمل ہی رہے گا۔

مزے کی بات یہ ہے کہ اردو والوں نے اردو کی ابتدا کے چند نظریات، لفظوں کی صحت، الفاظ کے درست استعمال اور املا کے مباحث ہی کو لسانیات سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ جو حضرات اردو املا یا الفاظ و تراکیب کے استعمال پر دو چار مضامین لکھ لیں وہ خود کو ماہر لسانیات لکھنے لگتے ہیں۔ یہ سب بھی یقیناً لسانیات کا حصہ ہیں لیکن چھوٹا حصہ۔ ''اصلی'' لسانیات میں تو تشریحی لسانیات کے مباحث، علمِ



اصوات اور صوتیات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے جن پر اردو میں بہت ہی کم لکھا گیا ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب تو ایسے ہیں کہ انھوں نے لسانیات کے موضوع پر کبھی کچھ نہیں لکھا لیکن اپنے تعارفی کوائف میں خود کو ہمیشہ ''ماہرِ لسانیات'' (linguist) لکھتے ہیں، شاید اس لیے کہ غیر ملکی یونی ورسٹیوں میں اردو کی تدریس کے لیے ایسے لوگوں کی زیادہ طلب ہوتی ہے۔

بعض پروفیسر حضرات اور ڈاکٹر صاحبان نے لسانیات کے موضوع پر اپنے مضامین اور کتابوں میں زبان کی تعریف پرانی لغات مثلاً لغاتِ کشوری نور اللغات اور فیروز اللغات سے بطور سند و حوالہ پیش کی ہے۔ اس پر کیا کہا جائے سوائے ''سبحان اللہ'' کے۔ نور اللغات کی پہلی جلد، پہلی بار ۱۹۲۴ء میں چھپی تھی اور اُس وقت بھی اردو کی لغات میں زبان یا کسی اور تصور (conept) کی کوئی سائنسی یا مبنی بر تحقیق تعریف نہیں ملتی تھی۔ اور پھر فیروز اللغات کا شمار اردو کی بہت معیاری لغات میں نہیں ہوتا۔ بلکہ ہماری لغات میں اس طرح کی معروضی اور سائنسی تعریفیں بالعموم اب بھی نہیں ملتیں جیسی انگریزی لغات میں ہوتی ہیں۔ لیکن شاید اردو کے پروفیسروں کے لیے نہ تو تحقیق ضروری ہے اور نہ نئی کتابوں اور جدید تحقیقات سے واقفیت۔

کیا ۱۹۲۴ء مطبوعہ لغت سے زبان کی تعریف نقل کرنے سے لسانیات اور زبان کی درست اور جدید تعریف طے ہوجاتی ہے؟

ایں خیال است و محال است و جنوں

## حواشی

۱۔ قاموس المحیط کے مؤلف کا پورا نام محمد بن یعقوب بن محمد ابو طاہر مجد الدین شیرازی فیروز آبادی تھا۔ ظفر احمد صدیقی کے مطابق مجد الدین کی ''پیدائش ۷۲۹ ہجری میں شیراز کے شہر فیروز آباد کے قریب کرزین میں ہوئی''، نیز یہ کہ وہ ''تالیفِ لغت میں طریق اختصار کے بانی و موجد، حدیث و تفسیر اور لغت کے لیے اپنے دور میں مرجع عصر'' تھے۔ دیکھیے: تحقیقی مقالات، (پٹنہ: خدا بخش لائبریری، ۲۰۰۳ء) ص ۱۵۸ و بعدہٗ۔

۲۔ اعمال نامہ (پٹنہ: خدا بخش لائبریری، ۱۹۹۲ء) ص۵۹-۴۵۸

۳۔ پنجاب میں اردو (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۸ء)، حاشیہ، ص ۱۲۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ ڈیوڈ کرسٹل (David Crystal)، *The Cambridge Encyclopedia of Language*، (کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۵ء)، ص۳۹۶۔

۶۔ ایضاً۔

۷۔ ڈیوڈ کرسٹل، *The Penguin Dictionary of Language*، (لندن: پینگوئن بکس، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۸۴۔

۸۔ آر ایل ٹراسک ڈ (R. L. Trask)، *Language: the basics*، (لندن: روٹلیج، ۲۰۰۴ء)، ص۹-۷؛ نیز پی ایچ میتھیوز (P. H. Matthews)، *Linguistics: A very Short Introduction*، (کراچی: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۵ء)، ص۱، پاکستانی ایڈیشن۔

۹۔ ڈیوڈ کرسٹل، *The Cambridge Encyclopedia of Language*، ص۳۹۷۔

۱۰۔ ڈیوڈ کرسٹل، *The Penguin Dictionary of Language*، ص ۱۸۴۔

۱۱۔ وکٹوریا فرام کن و دیگر (Victoria Fromkin & Others)، *An Introduction to Language*، (میلبرن: تھامسن پبلشنگ، ۲۰۰۵ء)، ص۶-۳

۱۲۔ *Language* (لندن: جارج ایلن انیڈ اَن وِن، ۱۹۶۷ء)، ص۲۱۔

۱۳۔ وکٹوریا فرام کن، محولہ بالا، ص ۳۔

۱۴۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: وکٹوریا فرام کن، محولہ بالا، ص ۴۹۳-۴۸۳

۱۵۔ ڈیوڈ کرسٹل، *The Cambridge Encyclopedia of Language*، ص ۴۰۴۔

۱۶۔ آر ایچ روبنز (R. H. Robins)، *General Linguistics: An Introductory Survey*، (لندن: روٹلیج، ۲۰۱۳ء)، ص۶۔

۱۷۔ ایضاً، ص۸-۷

۱۸۔ تفصیلات کے لیے: ڈیوڈ کرسٹل، *Linguistics*، (ہرمنڈس ورتھ: پینگون، ۱۹۸۲ء)، ص ۲۴۳-۲۳۹

۱۹۔ یہ تعریف مذکورہ بالا مختلف مآخذات نیز کیتھ ایلن (Keith Allan) کے مضمون What is linguistics? سے ماخوذ ہے؛ (مشمولہ *The Routledge handbook of linguistics*، مرتبہ کیتھ ایلن (لندن: روٹلیج، ۲۰۱۶ء)، ص ۲-۱

۲۰۔ آر ایچ روبنز، محولہ بالا، ص۸۔

۲۱۔ ایضاً۔

۲۲۔ یہ تفصیلات آر ایل ٹراسک کی کتاب *Language and Linguistics: The Key Concepts*، (مرتبہ پیٹر اسٹاک ویل (Peter Stockwell)) سے ماخوذ ہیں جس میں لسانیات کے بنیادی تصورات اور اصطلاحات کی بڑی تعداد کی وضاحت کی گئی ہے (نیو یارک: روٹلیج، ۲۰۰۷ء)۔ نیز یہ کہ اب تاریخی لسانیات کو بھی تشریحی لسانیات کے ذیل میں بھی سمجھا جاتا ہے گو کچھ ماہر اب بھی تشریحی لسانیات اور تاریخی لسانیات کو الگ الگ حصے گردانتے ہیں۔



۲۳۔ وکٹوریا فرام کن، محولہ بالا، ص۲۱۔

۲۴۔ گیان چند جین، عام لسانیات (دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۲۰۰۳ء)، پہلا باب۔

## مآخذ


۱۔ ایلن، کیتھ (Allan, Keith)، (مرتب)، *The Routledge handbook of linguistics*، لندن: روٹلیج، ۲۰۱۶ء۔

۲۔ بلوم فیلڈ، لیونارڈ (Bloomfield, Leonard)، *Language*، لندن: جارج ایلن انیڈ اَن وِن، ۱۹۶۷ء [اشاعتِ اوّل ۱۹۳۳ء]۔

۳۔ ٹراسک، آر ایل (Trask, R. L.)، *Language and inguistics: the key concepts*، مرتبہ پیٹر اسٹاک ویل (Peter Stockwell)، نیو یارک: روٹلیج، ۲۰۰۷ء، دوسرا ایڈیشن۔

۴۔ ________، *Language: The Basics*، لندن: روٹلیج، ۲۰۰۴ء، دوسرا ایڈیشن۔

۵۔ جین، گیان چند، عام لسانیات، دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۲۰۰۳ء، دوسرا ایڈیشن، [اشاعتِ اوّل ۱۹۸۵ء]۔

۶۔ روبنز، آر ایچ (Robins, R. H.)، *General Linguistics: An Intorductory Survey*، لندن: روٹلیج، ۲۰۱۳ء، چوتھا ایڈیشن۔

۷۔ شیرانی، حافظ محمود، پنجاب میں اردو، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۸ء، طبع دوم [اشاعتِ اوّل ۱۹۲۸ء]۔

۸۔ صدیقی، ظفر احمد، تحقیقی مقالات، پٹنہ: خدا بخش لائبریری، ۲۰۰۳ء۔

۹۔ علی، سرر ضا، اعمال نامہ، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۲ء [اشاعتِ اوّل ۱۹۴۳ء]۔

۱۰۔ فرام کن، وکٹوریا (Fromkin, Victoria & Others)، *An Introduction to Language*، میلبرن: تھامسن پبلشنگ، ۲۰۰۵ء، پانچواں ایڈیشن۔

۱۱۔ کرسٹل، ڈیوڈ (Crystal, David)، *Linguistics*، ہرمنڈس ورتھ: پینگون، ۱۹۸۲ء۔

۱۲۔ ________، *The Cambridge Encyclopedia of Language*، کیمبرج: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۵ء۔

۱۳۔ ________، *The Penguin dictionary of language*، لندن: پینگوین بکس، ۱۹۹۹ء، دوسرا ایڈیشن۔

۱۴۔ میتھیوز، پی ایچ (Matthews, P. H.)، *Linguistics: a very short introduction*، کراچی: اوکسفرڈ، ۲۰۰۵ء، پاکستانی ایڈیشن۔